زینبؑ: بدلتے ہوئے بولتے تیور

م۔ر۔عابد

اندھی، بہری، گونگی، لُنج، اپاہج (کی ہوئی) تاریخ۔ شاہانہ عزائم کی دودھ پلائی تاریخ...... تاجورانہ قہرمانی کی پالی، نگاہ خسروی کی بندھی ٹکی، پرکٹی...... سامراجی اشاروں میں جکڑی، سمٹی، ٹھٹھری، سہمی، شراب سیاست کی بدمست، سڑی گلی تاریخ......دانشوری کے نام سے سب سے بڑی دانش کش، علم شکن، دھبیلی بھدی تاریخ...... وہ جس کا قلم بکا ہوا، کاغذ بھُر بھرایا، پھسپھسایا، احساس جما ہوا، ادراک لگام کسا ہوا، تصور رکا ہوا، روانی جہانبانی کی ماری...... وہ تاریخ اگر دربار اور محل کے باہر جھانکے تو ہنگامہ، شورش اور بغاوت کے سوا کچھ نہ دیکھے، (کچھ نہ دکھائی دے...... ہنگامہ کے اندھے کو ہیجان ہی ہیجان دکھائی دے)..................

اس تاریخ کی نگاہ وپیکر عفت وشرافت، مجسمہ امن و پردہ داری حضرت زینب پر پڑتی بھی کیسے!! (سورج بھی تو زینب کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکا) وہ تو اپنی ماں خاتون جنت (جنت کی پردہ والی بی بی) کے پردہ کے اس معیار کی تھی جہاں نامحرم سے نگاہ بچانا اور نامحرم کی نگاہ سے بچنا، نامحرم آواز سے سماعت تک کو بچانا اور نامحرم سماعت سے آواز کو بچانا نصب العین ہو۔عصمت وحرمت کے اس حریم ناز کی جلوہ نشین کی جھلک یا بھنک یا آہٹ تک تاریخ کی نگاہ وسماعت وادراک کی پہنچ کا کیا سوال!! یہ بھی خیال رہے کہ زینب اپنے باپ کی پچیس سالہ سیاسی خاموشی اور دانشورانہ گوشہ نشینی کی پالی ہوئی ہیں۔وہ باپ جو اپنے وقت کی دنیا کی سب سے بڑی مملکت کا سربراہ بھی ہوا، لیکن 'راج' کی بو اور شاہی کی باس کو جس نے اپنی پھیلی ہوئی حدوں میں آنے تک نہ دیا اور جس نے 'محل' کی ہوا کو اپنی فضا میں جھانکنے تک نہ دیا۔ (یعنی تاریخ کو لطف لینے کا موقع، اور تفریح کا مزا نہ لینے دیا۔) اس باپ کے اصول ونظم میں پوری طرح ڈھلی 'ضابطہ امن میں رچی نمائش گریز بیٹی سیاست وملوکیت کی ماری تاریخ کو اپنا شرمندۂ دیدار کیسے ہونے دیتی۔لیکن جو بھی ہو، زینب تاریخ میں آ ہی گئی، (لائی گئی،) اور ایک بہت بڑے تعمیری دھماکہ (Big-Bang) کے ساتھ۔ زینب آئی تو تاریخ کے دھارے کو موڑ گئی، اس کے مزاج خسروی کو توڑ گئی، غرور قہر نکال گئی، وقت ڈھال گئی۔ بات صرف یہ تھی کہ زینب کے بول تاریخ تک پہنچ گئے اور بول کے بدلتے تیوروں سے 'مدعی چکرا گئے تاریخ کو غش آ گیا'......وہ تیور جو انقلاب کی فصل لگا گئے، اگا گئے۔

زینب بولیں تو مرکز عصمت ماں کی زباں بولی، نہج البلاغہ کے خطیب باپ کا لہجہ بولا، 'اعجاز ابلاغ' نانا کی روح بولی، حق نگر، امانت نواز دادا کا دبدبہ بولا، سربراہ امن وحق وصداقت بھائیوں کا نہج بولا۔ملوکیت کے اغوا میں اسلام کی کمک اٹھی، دبی دبائی انسانیت کے جان میں جان آئی۔

(زینب کے یہ بدلتے ہوئے تیور پگھلتے کردار کی پیداوار نہ

تھے، بلکہ وحدت سیرت اور استقلال مزاج کے آئینہ دار تھے) آیئے! ان بولتے تیوروں کے بدلتے زاویوں پر ایک نظر کی جائے۔

پہلا زاویہ: کربلا کے مرثیہ کے نام

کربلا کا بن، دن بھر کے مظالم کی کسک کو سمیٹے فضا......بہتر کے نورانی خون میں بسا ماحول......لباس لٹے بے دفن لاشے......سناٹا، سنسانی......ایک طرف جلے ہوئے خیموں سے اُٹھتا ہوا دھواں......اس دھوئیں کو چکراتا ہوا ظلم وستم کے تھکے ہارے، کھسیانے ناچ کا زور وشور اور دور شراب کی کھنکھناہٹ......ایسے میں الگ ایک طرف ایک دکھیاری، صعوبتوں اور جفاؤں کی مار کھائی (کھاتی ہوئی) اسیر جفا، پابند بلا، بے ردا زینب چند قیدیوں، اپنوں کے سوگوار جھرمٹ میں خاک عزا پر کچھ زیر لب، کہتی ہے (اب تو زینب کا 'زیر لب' بول بھی سنا جاسکتا ہے!) کسی سے نہیں، نبیؐ سے اپنے نانا سے کہتی ہے، فریاد کرتی ہے صبر کی مورت اپنا رونا نہیں روتی، بھائی کا مرثیہ کہتی ہے:

> فریاد اے محمدؐ! آپ پر تو فلک کے ملک صلوٰہ بھیجتے ہیں اور یہ آپ کا حسینؑ ہے، تن کے ٹکڑے ٹوٹے ٹوٹے چھٹکے پڑے ہوئے... آپ کی بیٹیاں اسیر......وائے (فریاد اے) محمدؐ! یہ حسینؑ ہے چٹیل بن میں پڑا جس پر ہوا خاک کی چادر اُڑھائے ہوئے ہے... جو پاجی برے کام کرنے والی عورتوں کی اولاد کا مارا ہوا... ہائے دکھ ہائے کسک!!...اے ابوعبداللہ (حسینؑ)! آج تو نانا رسولؐ خدا مارے گئے... اے محمدؐ کے ساتھیو (اصحاب اخیار)! یہ سب تو مصطفیٰؐ کی ذریت (بیٹے بیٹیاں) ہیں جو قیدیوں کی طرح پھرائے جارہے ہیں۔

زینب کا ایک اور رثائیہ ملتا جہاں نانا کی دہائی ہے، جہاں دکھ ہے جو بولتا ہے، کرب ہے جو بہتا ہے اور سسکیاں ہیں جو مچلتی ہیں:

> ''اے محمدؐ! آپ کی بیٹیاں قید ہوگئیں، آپ کی ذریت بے طرح مار ڈالی گئی۔ ...یہ حسینؑ ہے، جس کا سر گدی سے اتارا گیا، جس کا عمامہ اور ردا لوٹی گئی، میرے باپ اس پر نثار، میری جان اس پر واری جس کے حصہ میں دکھ ہی دُکھ تھا، میرے باپ اس پر فدا جو پیاسا ہی چل بسا۔ جس کی داڑھی خون سے تر ہوئی......''

ظاہر ہے زینب کے ان بولتے تیور میں رثا میں ڈوبا رواں تبصرہ، آنکھوں دیکھا حال ہے، بے حالی کا مقال، آنسوؤں کی گرمی، دکھوں کی کھٹک ہے، صبر کی چمک ہے، صورت حال کی کسک ہے، پھر بھی سکون واطمینان ہے، یاد

ہے، یاد کی بنیاد ہے۔

دوسرا زاویہ: بازار کے ادھار کا اتار

اب منظر بدلتا ہے، حالات دوسری کروٹ لیتے ہیں، ستم کا نیا باب بنتا ہے (نئی تاریخ ابھرنے کو مچلتی ہے)۔ کوفہ کا بھرا بازار...... بھیڑ کی ادھم چوکڑی، شوروغوغا...... عام بھیڑ یا منڈی بھیڑ یا دھسان...... اپنے پرائے، آئے بلائے سب...... سب کے سب ظالم کے ساتھی، ستم کے حمایتی نہیں تو کم سے کم جور کے ننگے ناچ کے خاموش تماشائی (جو نہیں، وہ اندھیر کے جیلوں کی سیاسی ستم پروری کی ڈھالی ہوئی موٹی (کھوٹ کی) سلاخوں کے پیچھے لیکن یہی تو ظلم وستم کی بساندی لاش کو بڑی دھوم دھام سے اٹھانے والے ثابت ہونے والے ہیں) ایسے میں زینب کا قافلہ، حریت پروروں کا اسیر کارواں...... رسن میں جکڑا، زنجیروں میں کسا، اونٹ کی ننگی پیٹھ پر چڑھایا ہوا، نیزوں پر چڑھے کٹے سروں کے بیچ...... رسوائی جھیلتا...... یہ کٹے سر زیادہ تر کوفہ کے باسیوں کے ہیں جن کو یہ گلی کوچے اچھی طرح پہچانتے ہیں...... یعنی اب تک کی انجان پن میں لپٹی خبر: 'کسی بغاوت کے سر کچلنے'...... کا بھانڈا پھوٹ چکا...... اب جمع لوگ پھوٹ نہ پڑیں تو کیا...... تبھی زینبؑ کا بول پھوٹتا ہے...... سامنے کوئی انجان میں گھرے لوگ نہیں...... ویسے سامنے کی صورت وہ کہ زینبؑ مورت بن زمین میں گڑ جائے، آنکھیں نیچے جم جائیں، گلا رندھ جائے...... جگر پھٹ جائے، وجود سمٹ جائے، زبان کٹ جائے، جان گھٹ جائے...... لیکن یہاں زینبؑ کے بولتے تیور نے پانسہ پلٹ دیا، دیکھئے...... تیور بول رہے ہیں ؎

اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی:-

اے کوفہ والو! تم روتے ہو! (روتے بھی رہو) اب تمہارے آنسو کبھی نہ تھمیں!! تمہاری دہائی کبھی نہ ٹوٹے !! (مثال میں ایک آیۂ قرآنی پڑھ کر) تم نے بھی عہد وپیمان کا تانا بانا توڑ ڈالا اوراپنی اصل کفر کی طرف پلٹ گئے۔ تم میں بے پر کی اڑانے، اپنی اپنی بگھارنے، بیر، جھوٹ، کنیزوں کی چاپلوسی اور دشمنوں سے لانچھن لگانے کے سوا ہے کیا۔ تم نے آخرت کے لئے بہت برا توشہ بھیجا ہے۔ خدا کا غضب تمہارے لئے ہے، تم سدا کے لئے عذاب میں رہوگے۔ ...روتے ہو؟ بہت ہی روئو، کم ہنسو (ہنسنا نصیب نہ ہو)! (کیوں؟) تم نے ختم نبوت کے (چمن کے پھول) دل وجان، رسالت کی کان... کو مار ڈالا جو تمہاری لڑائیوں میں تمہارا آسرا، تمہارے ایکے کا سہارا، تمہاری صلح وسلامتی کا ٹھکانہ، تمہارے بول کی آس، (تمہارا سچا) تمہارے آڑے وقتوں آڑے آنے والا، تمہاری بات چیت کے لئے تمہارا مرکز، تمہاری

دلیلوں کا سوتا اور تمہارے راستوں کا منارہ تھا۔

...(کیا کرڈالا!) دنیا اور آخرت میں تمہاری ناس ہے۔ تمہارے ہاتھ کٹے، تم ہی کنگال ہوئے، تم پر تو خدا کا غضب ہے اور تم تو سدا عذاب میں رہو گے۔

...اپنی ڈھیل پر اترائو نہ، خدا کو جلدی کی کیا پڑی... اسے وقت اور بدلے (کے ارادہ، سکت اور حالات) کے مٹ جانے کا ڈر نہیں...تمہارا خدا ہم پر اور تم پر نظر رکھے ہوئے ہے... (اس سے بچ کر جاؤگے کہاں)

دیکھا، بولتے تیور کا انداز......سامنے ظلم ہے اور ظلم کے ساتھی براتی...... بولتے تیور ظلم کا چٹھا بھی کھولتے ہیں، جتا بھی رہے ہیں کہ ظلم کہاں تک جا چکا ہے......کہیں تک پہنچ بھی جائے خدا کے عذاب سے بھاگ کر جائے گا بھی کہاں! پھر تو سدا کے لئے عذاب ہے اس وقت تیور میں تاؤ ہے ہاؤ بھاؤ ہے، زور کا بہاؤ ہے، طاقت اور پھٹکار کا چڑھاؤ ہے۔

تیور کے شکار چت ہیں، پچھتاوے سے...... شکار رو ہی تو سکتے ہیں لیکن رو کر اپنے جرم کے گھاؤ دھو نہیں سکتے، ظلم کے رستے ناسور دور نہیں کر سکتے۔ روئیں اپنی جانوں کو۔ یہی بڑھتا ہوا احساس جرم خود ہی ملامت کے وہ نشتر تیار کرتا رہے گا جو اسی دنیا ہی میں ظالم کو گوڑ نہ دے، گاڑ نہ دے اور اس کی زندگی جہنم نہ بنا دے تو دیکھنا۔ دیکھئے گا کہیں یہیں سے کوئی چنگاری کوئی ایسا موڑ نہ لے جو وقت کے دھارے کو موڑ نہ دے اور انقلاب سے جوڑ نہ دے۔

تیسرا زاویہ: اندھیر کے سوتے پر سیدھا وار، مار پر مار

پھر تو ظلم آگے بڑھتا ہے، اپنے راستے لگتا ہے،...... زینبؑ کے قافلہ صبر و صداقت کو آگے بڑھاتا ہے، کسی نہ کسی طرح کالے گھاٹ کے اندھیر سوتے تک پہنچا ہی دیتا ہے۔ (کتنی جلدی اپنے گرو گھنٹال کا پتہ بتا ہی نہیں دیتا، اس تک پہنچا بھی دیتا ہے......واقعی ظلم و ستم پیٹ کا کتنا کچا ہوتا ہے۔)

منظر پوری طرح بدلا ہوا ہے۔ کربلا ظلم کا تختۂ مشق، یا Shooting Ground تھی کوفہ ظلم کے فنکار (متفنی) کارندوں کا بھرتی دفتر اور جمگھٹ یا Studio تھا اور یہ شام ہے: ظلم کا صدر دفتر (Headquarter) یا اصلی مرکز، اندھیر کی ساری گرانیوں، بھاروں، गुरुत्वाकर्षणों کا جماؤڑا یا Black Hole...... چوپٹ راجدھانی، (سر سے اونچا پانی ہے) اندھیر راجا اپنی جہل پناہی میں دُھت، پرجا بے خبری میں بدمست، اندھیروں کا ننگا ناچ، کالے سجے اندھیر بازار سے ہوتا ہوا اب کالی کوٹھری، دربار میں پہنچ گیا۔

اب ظلم سے سیدھی مُڈ بھیڑ ہے، ٹکر ہے، سامنے جنگل کا پالا، درندگی کا پالک، شیطنیت کالے پالک، انسانیت کے نام پر کلنک، ملچھ ملنگ اندھیروں کی امنگ، اپنے کالے چرچراتے تخت پر بے پردہ بڑبڑاتا ہے، اکڑتا، بے پر کی اُڑاتا ہے۔ کاروان حق کو اسیر دیکھ اس کی دمک کی چکا چوندھ

سے اور اندھا ہو جاتا ہے، بہت دور کی اڑاتا ہے، وحی اور رسالت (اسلام وایمان کی بنیاد) کا مذاق اُڑاتا ہے (سورج پر مٹی اچھالتا ہے) ساتھ ہی اپنے گڑے مردے اکھاڑتا ہے۔ (اپنے پرکھوں کی اب تک کی بند چالوں کو بے نقاب کرتا ہے،) یہ کوئی فتح کا غرور نہیں، احساس شکست سے کھسیانا کھمبا نوچتا ہے۔ چند شعر ہی تو رچے تھے، بکے تھے، (مانو! للکارا ہی تو تھا) کہ زینب کے منہ توڑ (ظلم کی بخیہ ادھیڑ) تیور سے چت ہو جاتا ہے، اپنا سارا کس بل گنوا دیتا ہے، بولتی بند ہو جاتی۔

یہاں زینب کے بولتے تیور میں ملامت کا رنگ نہیں (جس میں کچھ تو نصیحت کا عنصر شامل ہوتا ہے جو فسق و فجور اور اصرار جرم کے آگے لا حاصل) بلکہ مذمت ہے، لتاڑ ہے، چتھاڑ ہے، پھٹکار ہے، پوری طرح جنگی وار ہے، مار ہی مار ہے۔ دیکھا! زینب کے ان بولتے تیوروں کی کاٹ کا کوئی ہتھیار ظلم کی فیکٹری ڈھالنے میں ناکام رہی، ان طوفانی بولتے تیوروں کی باڑھ نے ساری فیکٹریاں ڈبا دیں، اب ظلم چھٹپٹاتا رہے، اس بڑھتے پانی میں اپنی قبر بھی کھود نہ پائے گا۔

دیکھئے تو جیالے باپ کی جیوٹ بیٹی کے بولتے تیور کا دبدبہ:

خدا نے سچ کہا ہے: ''پھر تو کرتوتیوں کا جو خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے، ان کا برا انجام ہوا'' اے یزید! تو نے ہم پر زمین کے راستے اور آسمانوں کے کنارے بند کردئیے اور قیدیوں کی طرح پھرایا تو کیا سمجھتا ہے کہ ہم خدا کے نزدیک گر گئے، نیچ ہوگئے اور تو بڑا ہوگیا، بڑھ گیا، (تو نے ہم پر سمتیں بند کیں لیکن ہماری اٹھان تک تو پر نہیں مار سکتا، تیری ہوا ہوا ہوگئی، تیرے ہوائیاں اڑرہی ہیں، ہوائیاں اڑا، تو ہوا میں اڑتا ہے، ہماری ہوا بندھی ہے بندھی رہے گی،ہم فضائوں میں اٹھتے ہیں۔) تو اس پھیر میں اکڑخوں گھور رہا ہے، خوشی کے مارے باہیں اترا اترا کر کولہے تھرکاتا ہے (Twistکرتا ہے)... جلدی نہ کر، ذرا دم لے...

اے چھٹا کئے ہوئے غلاموں کی اولاد! تو نے رسولؐ کی بیٹیوں کو قید کیا، ان کی حرمت کو مٹایا، انھیں بے پردہ کیا،... اس سے رو رعایت کی کیا امید جس کے پرکھوں کے منھ نے پاک لوگوں کا جگر چبایا، جس کا گوشت کھال شہیدوں کے خون سے پلا پوسا ہو...

تو نے محمد کی پاک اولاد کا خون بہایا۔ تو نے عبد المطلب کی اس اولاد کو مار ڈالا جو زمین پر ستارے تھے...

(تو تو اپنے پرکھوں سے شاباشی چاہتا ہے! گھبرا نہیں،) تو بہت جلد

اپنے پرکھوں سے مل جائے گا تب کہے گا کہ جو کچھ (کرتوت) کیا ہے ، اے کاش! نہ کرتا ... تو (قیامت کے دن) رسولؐ کے آگے مجرم کی طرح لایا جائے گا...پھر خدا کی عدالت، رسولؐخدا کی دعوے داری اور جبرئیل کی پیروی تیرے لئے بہت ہے ۔ پھر تو تجھے اور اسے جس نے تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر تھوپا ہے ، بہت جلدی معلوم پڑ جائے گا کہ ظالموں کو کیسا بدلا ملتا ہے اور کس کا ٹھکانا برا ہے اور کس کے ساتھی ڈھیلے ہیں۔ اس طرح تیرے منہ لگنا مجھے خود ہی بہت کھٹک رہا ہے ۔ (تو اس قابل کہاں کہ تیرے منہ لگوں۔)

اب زینب ظلم پر آخری اچوک وار کرتی ہے۔ قیامت تک کی بات دنیا میں بھی لے آئی ہے۔ ظلم کو نیچا دکھانے کے لئے دنیا بھی کم نہیں بہت بڑی ہے، پھر جو قیامت کو نہ مانتا ہو، اسے دنیا میں بھی تو مزا چکھانا ہے۔ دنیا سمجھے ہوئے سوجھ بوجھ والی زینب، بے پڑھے پڑھانے والی زینب، فلسفی نگاہ سے ظلم کے کس بل جانچے پرکھے، ستم کے چھوٹے دُھکدھکاتے دل کی پھڑکن کا اندازہ کئے، دنیا سمجھنے والی زینب عجیب للکار دیتی ہے:

یزید! جتنا دھوکا دینا ہے ، دے لے ۔ اپنے جتن سے باز نہ آ، (ہار نہ مان۔) جتنا ستانا ہے ، ستا ڈال، لیکن یاد رکھ تو ہماری یاد، ہمارے تذکرے کو مٹا نہیں سکتا۔ تیرے دن تو گنتی کے ہیں بس۔ تیرے ہاتھ اس دن کیا ہوگا جب پکارنے والا پکارے گا 'ہاں ظالموں پر خدا کی لعنت'۔

خدا کا شکر، خدا کی حمد جس نے ہمارے پہلے پر سعادت اور آخری پر شہادت کی مہر لگائی (ختم کردی)

دیکھا! فلسفی نظر کی جیالی بی بی زینب کے بے باک بولتے تیور کا بہاؤ، کاٹ، دھار، باڑھ، اٹھان، اڑان، ایمان، ایقان...... بھاری پن، پھبن، چُبھن......جیوٹی، دُرمٹی۔ اس تیور نے بتا دیا، جتا دیا کہ ظلم کی اوقات کیا ہے؟ اس کی بساط کیا ہے؟ مات اس کے گلے کا ہار ہے، مار اس کا مقدر ہے، مرن اس کا انجام ہے، اور حق وصبر کی بات کتنی بڑی ہوتی ہے، سرفرازی اس کا مقدر ہوتی ہے، بقا اس کے نام ہوتی ہے۔

ان تیوروں نے یزید ہی کی خبر نہیں لی بلکہ بہت دور تک کی ناپ لی۔ ان تیوروں کے اچوک سٹیک نشانے کا اعجاز کہئے کہ اس مرکزِ ظلم، اندھیر راجدھانی کے مرکزی نقطہ سے بہت جلد پچھتاوے جیسی ہوک نکلنے لگی: 'حسینؑ کے بارے میں مجھے کیا ہو گیا تھا' (مرا کیا بگاڑا تھا جو بھڑ گیا' مجھے کیا پتہ تھا کہ ایسا بے بس ہو کر گروں گا، گڑوں گا اور سڑوں گا!!) لطف یہ ہے کہ یہ آواز ایک حادثہ نہیں بلکہ یہ

آواز لگتی رہی۔ کوئی ہٹلر پچھتایا بھی ہو تو بتائیے، اور پھر اپنے پچھتاوے کو تاریخ کے حوالے کرنے کی سکت جُٹا پایا ہو تو کہیے۔ (یہاں اس پھیر میں نہ رہیے گا کہ یہ آواز واقعی زود پشیمانی کی نشانی تھی۔ واقعی اگر یہ آواز حق آشنائی کی ہوتی، اللہ لگتی ہوتی تو پھر بعد میں یزید کی بدبھی دوسرے اسلامی مرکزوں، محمدی یادگاروں مدینہ وکعبہ......تک نہ پہنچتی۔' یہ صرف حسینؑ کے مقابلے میں اپنی ہار ماننا تھا یا زینب کے آگے اقبالی بیان تھا کہ بی بی! اب تو پیچھا چھوڑیئے۔)

چوتھا زاویہ: وطن واپسی۔آپ بیتی بپتا

اب دنیا بھر کے کٹھن سہے، کڑے وقتوں کے آڑے طوفان جھیلے، چلتی پھرتی سنائی بنی دکھیاری بی بی زینب وطن واپس آتی ہے۔ دل بوجھل، جگر چھلنی، آنکھیں خون روتی، جذبات بھرے ہوئے، تن بے حال، سر نڈھال، بال بکھرے (وبال جھیلے)...... پرسے کی ترسی، دلاسے کی پیاسی زینب کے بولتے تیور سوگ میں ڈوبے، ماتم میں ڈھلے، نوحہ میں رچے، آنسوؤں میں بسے، نصیحت سے ابتداء کرتے ہیں، آپ بیتی بپتا پر انتہا کرتے ہیں (ذرا پیچھے دیکھئے! ابھی کچھ ہی پہلے تو شام میں محمدؐ اور وحی کا مذاق دیکھے ہیں یہ تیور......حالانکہ ظلم وستم کی بولتی تو بند کر چکے لیکن کہیں یہ خیال تو ہو ہی گا کہ کہیں شام کے وہی جراثم یہاں تک تو نہیں پہنچے! اس لئے آتے آتے پہلے ہی بچاؤ کا ٹیکہ یا Vaccination لگا دیا جائے تاکہ صبح وطن پر اندھیر کا ہلکا سا سایہ بھی نہ پڑے):

کتاب سے جڑے رہو اور جو اس کو پڑھتا ہے، (ہم) اہلبیت ہی کتاب والے ہیں (کتاب کے معنی، اس کے رکھوالے) ہیں۔

...میرے امام (حضرت علیؑ) نے تو اس سن میں توحید کا اعلان کیا جس سن میں لوگ ٹھیک ٹھیک بول نہیں پاتے۔ قیامت میں نبیؐ اور وصیؑ ابوتراب خدا کے آگے میری شفاعت کرنے والے ہیں۔

...طف اور اس کے رہنے والوں پر سلام، ان قبوں پر جن پر خدا کی رحمت ہوتی رہتی ہے...

طف میں وہ سو رہے ہیں جنھوں نے زندگی بھر خدا کی عبادت کی اور پھر ان بنوں اور گھاٹیوں میں سدا کے لئے سو رہے...... یہ لوگ جب چلتے تھے تو چیتے کی طرح (دھیرے دھیرے دبے دبے) اور جب گھوڑوں پر سوار (فوجی بنتے) تو بپھرے ہوئے شیر کی طرح...یہ لوگ بے ہاتھ، بے حال، بھوکے اور مریل لوگوں کے لئے دریا (کی طرح فیض رساں) ہوئے، اب عدن کے باغوں کی طرف چلے گئے...... محمدؐ کی بیٹیاں قید کی گئیں، قیدیوں اور مال

غنیمت کے ساتھ پھرائی گئیں...، روم کے کافر قیدیوں کی طرح ان کے دامن میلے، دھول بھرے تھے اور چہرے کھلے ہوئے (بے پردہ) تھے اور نیزے کی نوکوں (کی اذیت) کی وجہ سے خون بھرے تھے۔

...حسین علیہ السلام کے لئے فرات کے پانی سے کنجوسی کی گئی جب کہ وہ پانی کتوں تک کے لئے بے روک ٹوک تھا۔ میرا دل حسین علیہ السلام کے غم میں بہہ رہا ہے اور میری آنکھیں ان پر برابر آنسو بہا رہی ہیں۔

یہاں زینبؑ کے بولتے تیور میں مرثیہ بول رہا ہے، آہیں سانس لے رہی ہیں، سوگ چل رہا ہے، عزا کی روح ہے، ماتم کی تڑپ، نوحہ کی بلبلاہٹ، پرسے کا ساز، دلاسے کا بہاؤ ہے۔ دکھوں کی ٹیس، درد کی ٹیسن، گھاؤوں کی جلن ہے، بھرے گھر کے لٹنے کی کسک ہے، مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹنے کی کھٹک ہے، سارے اپنوں کے کاٹے جانے اور چھٹنے کے کھُلتے در کھِلے گھاؤ ہیں۔

زاویوں کا مرکز

ان بدلتے بولتے تیوروں کے پیچھے کیا ہے؟ کچھ دیکھئے۔ سامنے کی بات ہے۔ سامنے کے منظر بدلے، سامنے کا ماحول بدلا، وقت بدلا، حالات بدلے، تو تیور بدلے۔ عمل کے لحاظ سے ردعمل ہوتا ہے۔ تیور نہ بدلتے، تو احساس وآگہی کا ہلکا پن یا شخصیت کا بکھراؤ سمجھا جاسکتا تھا۔ لیکن یہاں آگے مرتب ہونے والے اثرات بتاتے ہیں کہ تیور موقع اور محل پہچانتے ہوئے بدلے، احساس وآگہی کے اشارے پر بدلے۔ یہ تیور حالات کے بدلتے رخ کا اندازہ رکھنے اور تاریخ کے دھارے کو سمجھنے والے تھے بلکہ انھیں اپنے لحاظ سے موڑ لینے کی بھرپور صلاحیت اور سکت رکھنے والے کارگر فنگار تھے۔ ان بدلتے تیوروں سے وحدت شخصیت اور عہد ساز کردار ابھرتا ہے جو ایک جھٹکے سے تاریخ میں آیا، ٹھہرا، اور پھر اپنے انمٹ ابدی نشان چھوڑ چلا، جو آنے والی نسلوں کی رہنمائی اور پرورش کرتے رہے۔

سلام بدلتے ہوئے بولتے تیوروں کے یک آہنگ، یک رنگ جگمگاتے کردار پر، اس کی روش، اس کی فکر، اس کی نگاہ پر سلام۔

سلام بدلتے بولتے تیوروں کے انقلابی گھول پر، وقت بناتے کاڑھے پر سلام، سلام اس سے سدھرتی انسانیت پر۔

سلام بولتے تیور کے بدلتے زاویوں پر، ان زاویوں میں پلتے نقطہ نظر، اور نگاہ پر اثر پر سلام۔

سلام بدلتے بولتے تیور کے موقع شناس، منظر آشنا مظاہر پر، دانشورانہ ظواہر، مصلحانہ نوادر پر سلام۔